بین المذاہب ہم آہنگی: پاکستانی مدرسین و محققینِ سیرت کو درپیش فکری تحدیات اور ان کا حل

(Inter-Faith Harmony: Challenges for Pakistani Teachers and Researchers of Sīrah and their Remedies)

[*] **Dr. Muhammad Riaz Mahmood**

[**] Muhammad Irfan Ahmad

[***]Muhammad Hassan Ubaid

Abstract

Sīrah teachers and researchers in Pakistan are facing various problems. This article identifies these challenges and offers solutions. It concludes that there are many issues in this regard such as sectarianism, terrorism, misunderstandings about the status of non-Muslims in Islamic state, Islamophobia, misunderstandings about blasphemy laws, concerns on the religious pluralism in the contemporary word, misunderstandings about Islamic stand on Interfaith Harmony, ignorance regarding the prophetic teachings about minorities' rights. For remedies this article suggests an exemplary curriculum of Sīrah studies for different educational levels which should be in line with the national requirements of inter-religious harmony.

Key Words: Interfaith harmony, Pakistani teachers and researchers, challenges, remedies

---

[*] Assistant Professor of Islamic Studies, University of Gujrat, Gujrat

[**] PhD Scholar Islamic Studies, University of Gujrat, Gujra

[***] PhD Scholar Islamic Studies, University of Sargodha, Sargodha

پاکستان اسلامی نظریۂ حیات سے وابستہ ایک اہم ملک ہے جس میں ایک واضح اکثریت مسلمانوں پر مشتمل ہے۔اس کے ساتھ ساتھ مسیحیوں، سکھوں، ہندوؤں، بُدھ مذہب کے حاملین، پارسیوں اور بہائیوں کی اچھی خاصی تعداد بھی یہاں آباد ہے۔مذہبی اقلیتوں کے مقدس مقامات پر ساری دُنیا کے لوگوں کی نظر ہے۔اس پس منظر میں پاکستان کا سیاسی، مذہبی اور سماجی ماحول متوازن و معتدل ہونا بہت ضروری ہے۔اس ضمن میں سیرتِ طیبہ ﷺ کی تدریس و تحقیق پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ قابلِ افسوس امر یہ ہے کہ پاکستان میں سیرت سے متعلق مطالعات و تجزیات کو بہت سے چیلنجز درپیش ہیں۔فرقہ وارانہ مباحث، دہشت گردی اور بہت سی غلط فہمیوں نے مطالعاتِ سیرت کا رُخ مفید و مناسب پہلوؤں کی جانب نہیں ہونے دیا۔سیرت کی تدریس اسلاموفوبیا اور توہین آمیز خاکوں کی راہ نہیں روک سکی۔بہت سے لوگ قانون توہین رسالت کے استعمال سے متعلق بہت سے ابہامات کا شکار ہیں۔بہت سے طلبہ واساتذہ مذہبی تکثیریّت کی اہمیت سے آگاہ نہیں، بین الاقوامی معاہدات اور مسلمات کی حسّاسیّت سے بہت سے لوگ واقف نہیں، مختلف مذاہب کی تہذیب وثقافت سے اخذ و استفادہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی حکمتِ عملی سے ناواقفیت پائی جاتی ہے، عبادت گاہوں کے تحفظ کی اہمیت سے لوگ ناآشنا ہیں۔یہ تمام اُمور پاکستانی قوم خصوصاً سیرتِ ﷺ طیبہ کی تدریس و تحقیق سے منسلک خواتین وحضرات کے لئے بڑے چیلنجز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ان چیلنجز کی تفہیم بہت ضروری ہے۔یہ مقالہ اسی تناظر میں سیرت کے محققین ومدرسین کو درپیش فکری تحدیات کا کھوج لگا کر ان چیلنجز سے عہدہ برآ ہونے کی راہیں متعین کرنے کے سلسلے میں ایک کاوش ہے۔

فرقہ وارانہ مباحث

سیرت النبی ﷺ انسانی وحدت، مساوات، اعتدال اور برداشت کے خوبصورت اجزائے ترکیبی سے مزین ہے۔رسولِ محترم ﷺ نے صبر و تحمل، وُسعتِ نظری اور حُسنِ ظن کی تعلیمات سے انسانوں کو نوازا لیکن آج کے مطالعاتِ سیرت کا مرکز و محور جن مباحث کے گرد جگہ بناتا نظر آتا ہے ان میں نور و بشر، رسول اللہ ﷺ کا سایہ، میلاد کی تقریبات کا انعقاد، حضور ﷺ کے علمِ غیب کی نوعیّت وحیثیّت، حضور ﷺ کے حاضر وناظر ہونے کے مباحث، بعد از وصال آپ ﷺ کی حیاتِ بشریہ کی کیفیّت، قبل از اذان درود وسلام پیش کرنا، یارسول اللہ ﷺ کہنا، روضۂ انور پر حاضری کی نیّت سے سفر کرنا، ذاتِ رسول ﷺ کو بارگاہ ایزدی میں بطور وسیلہ پیش کرنااور استمداد از ذاتِ رسالت مآب ﷺ شامل ہیں۔[1] بیگانوں کی کوتاہ اندیشیوں اور اپنوں کی سطحی موشگافیوں نے موضوعِ سیرت کو انتشار واختلاف کا حوالہ بنا دیا ہے، مسلمان تقسیم در تقسیم کا شکار ہو چکے ہیں، مباحثِ سیرت میں محبت واطاعت اور عشق ومستی کی جگہ توہین وتعصّب اور نفرت وتشدد نے جگہ پالی ہے، تاریخی روایات کے اقرار یا انکار کی بنا پر عقیدت یا توہین کی اسناد تقسیم کی

---

[1] خدیجہ صغریٰ، "پاکستان میں فرقہ واریت کا خاتمہ: علمی و عملی کوششوں کا جائزہ۔" (مقالہ ایم فل علومِ اسلامیہ، یونیورسٹی آف گجرات، گجرات، 2012ء)، 1-150۔

جارہی ہیں، معمولی اختلاف کے نتیجے میں کُفر اور ارتداد کے فتوے دیے جارہے ہیں، ضعیف روایات کا سہارا لے کر مناظرہ ومجادلہ کا ماحول گرم کیا جارہا ہے، یہ غیر ذمہ دارانہ روش مسلم اُمہ کے اتحاد کو پارہ پارہ کردینے کے درپے ہے۔[2] حالات کی سنگینی کا عالم یہ ہے کہ سیرت کے نام پر لکھی جانے والی کتب کے عنوانات، تحقیقی مقالات کا مواد اور کانفرنسوں کے موضوعات مخصوص فرقوں اور مسالک کی شناخت کو واضح کررہے ہوتے ہیں۔

دہشت گردی کی حمایت کا بیانیہ

رسول اللہ ﷺ انسانی فلاح واصلاح کے لازوال اصولوں کی حامل عالمگیر تعلیمات لے کر دُنیا میں تشریف لائے۔امن، تعمیر اور تدبُّر آپ ﷺ کی شخصیت کے اہم حوالے ہیں۔آپ ﷺ نے معاہدات کی پاسداری اور عالمی عُرف کے وقار کی توثیق کے لئے اپنے اصحاب کو خصوصی تربیت سے نوازا۔جماعت، اشتراک، اجتماعیت، نظم اور ریاست ایسے تصورات ہیں جن کی اہمیت کی وضاحت آپ ﷺ نے اپنے تمام مراحلِ حیات میں خوب خوب فرمائی، غلبہ واحیائے اسلام کے لئے جہاد کو ضروری سمجھا لیکن اس کے اطلاق کے معاملے میں اجتماعی نظامِ فکر وعمل اور ریاستی نظم وضبط کو ملحوظِ خاطر رکھنے کی روایت کو مستحکم کیا۔ کسی بھی طبقہ کو یہ اجازت نہ دی گئی کہ وہ جہاد کی انفرادی تعبیر وتشریح کرسکے۔[3] آج بہت سے ناعاقبت اندیش طبقات جہاد اور دہشت گردی کے فرق کو مٹا دینا چاہتے ہیں اور سیرت کی کُتب میں موجود واقعات کو سیاق وسباق سے ہٹ کر سمجھنے کی کوشش کررہے ہیں۔ مسلم ریاستیں جہاد کی نت نئی تعریفات اور روایاتِ سیرت کی من مانی تشریحات کی زد میں ہیں۔ بلاجواز مسلح جدوجہد کو سیرت کے اعجاز کے ساتھ شر انگیزانہ طور پر مربوط کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ مطالعۂ سیرت سے جس ریاستی استحکام اور سیاسی دانش مندی کا درس ملتا ہے اُسے نظرانداز کرکے بعض گروہی تشریحات پر اصرار کیا جارہا ہے۔ سیرت کے اتباع کے نام پر جہاد کے معنی ومفہوم کو بدلا جارہا ہے، سیرت جو کہ امن اور وُسعت وبرداشت کا حوالہ ہے اُسے اشتعال اور فساد وتشدد کی فضا بنانے کے لیے استعمال کیا جارہا ہے۔ واقعاتِ سیرت کی جُزوی، ضمنی اور ذاتی تشریحات کرکے اسلامی ریاست اور اس کے مفادات کو داؤ پر لگایا جارہا ہے۔

غیر مسلموں کی حیثیت سے متعلق غلط فہمیاں

رسول اللہ ﷺ نے مذہبی ونظریاتی اختلافات کے باوجود مختلف مذاہب کے حاملین کے سیاسی، سماجی اور معاشی حقوق کو نہ صرف یہ کہ تسلیم کیا ہے بلکہ ان کی ادائیگی کے لئے کمال درجے کے تحرُّک کا مظاہرہ فرمایا ہے۔آپ ﷺ نے بلاجواز

---

[2] حافظ اللہ یار الازہری، "اتحاد امت اور برصغیر کے معروف صوفیائے کرام کی تعلیمات وخدمات گیارہویں صدی ہجری تک۔" (مقالہ پی ایچ ڈی علومِ اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز، اسلام آباد، 2012ء)، 100-200۔-

[3] نگہت اکرم، "اسلامی تصورِ جہاد اور عہد حاضر کی اہم جنگیں: ایک تجزیاتی مطالعہ۔" (مقالہ پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف کراچی، 2007ء)، 1-250۔

الزام تراشی، تحقیر اور حقوق و تشخص سے محروم کر دینے کا راستہ اختیار کرنے سے گریز فرمایا۔آج بہت سے طبقات روایاتِ سیرت کا حوالہ دے کر غیر مسلموں کو زیرِ عتاب لانے کی راہ ہموار کرنے کی کوشش کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ مذہبی تہواروں کو آزادی سے منانے کا معاملہ ہو یا عبادت گاہوں کی تعمیر کے مسائل ہوں، بعض احباب کا اصرار ہوتا ہے کہ اُن فقہی آراء پر عمل کیا جائے جو کمزور روایاتِ سیرت سے مستنبط کی گئی ہیں اور ان میں غیر مسلموں سے سختی کا برتاؤ کرنے کا تاثر بر آمد ہوتا ہے۔روایاتِ سیرت کی ان غیر ذمہ دارانہ تشریحات سے آج کی جدید مسلم ریاستیں پریشان دکھائی دیتی ہیں۔اسلامی ریاست کی نوعیّت وہیئت پر بعض لوگ سوالات اٹھا رہے ہیں۔بعض نے غیر مسلموں سے متعلق دارالسلام اور دارالحرب کی اصطلاحات کو تختۂ مشق بنایا ہوا ہے۔مذہبی اقلیتیں سیاسی نظام میں اپنی شرکت کو کس طرح ممکن بنائیں یہ وہ اہم سوال ہے جو تا حال جواب طلب ہے۔ مطالعۂ سیرت کی روشنی میں غیر مسلموں کی سیاسی وسماجی حیثیت کیا ہونی چاہیئے اسے غیر ضروری طور پر متنازع بنادیا گیا ہے، ذاتِ مصطفیٰ ﷺ کے عالمگیر حُسن کو اقوامِ عالم پر عیاں کرنے کے لئے نہایت ضروری ہے کہ مذہبی تکثیریّت کی اہمیّت کو سیرتِ طیبہ کے خوبصورت ماڈل کی روشنی میں سمجھا جائے۔سیرت کی غیر ذمہ دارانہ تشریحات کرکے غیر مسلموں کو ذاتِ رسول ﷺ سے مایوس نہ کیا جائے۔

اسلاموفوبیا اور توہین آمیز خاکے

اہلِ مغرب کے بعض متعصب طبقات کی یہ دیرینہ خواہش ہے کہ اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کو بدنام کیا جائے،ان کی منصوبہ بندی کا ایک اہم ہدف یہ ہے کہ مسلمان رسول اللہ ﷺ سے بدگمان ہو جائیں اور ذاتِ رسول اللہ ﷺ سے جذباتی طور پر لا تعلق ہو جائیں۔اس مقصد کے حصول کے لئے اسلاموفوبیا اُن کے ذہنوں پر سوار ہے۔[4] اس طرزِ عمل سے مختلف مذاہب کے لوگوں کے درمیان نفرت کے جذبات بڑھ رہے ہیں، بعض نسل پرست طبقات بھی اس صورتِ حال سے ناجائز طور پر فائدہ اُٹھا رہے ہیں، اس سے تہذیبی تصادم کی راہ ہموار ہو رہی ہے ،اسلاموفوبیا کی اس روش کے تحت مسلمانوں کے لئے مغربی دُنیا میں مسائل بڑھتے جا رہے ہیں، مختلف اقوام کے درمیان تہذیبی ہم آہنگی کے عمل پر منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں، رسول اللہ ﷺ کو ایک غیر متوازن شخصیت کے طور پر پیش کیا جارہا ہے، مغربی دُنیا میں بہت سے مقامات ایسے ہیں جہاں مساجد پر حملے ہو رہے ہیں، اسلامی تہذیب وتمدن کا تمسخر اُڑایا جارہا ہےاور رسول اللہ ﷺ کے توہین آمیز خاکے بنائے جارہے ہیں۔[5] سیرتِ طیبہ کے مطالعات و تجزیات اور اس کے متعلقہ مباحث کی تدریس سے وابستہ شخصیات اس صورتِ حال کا مناسب حل تلاش کرنے سے تاحال قاصر دکھائی دیتے ہیں۔ مغربی فکر کے

---

[4] خدیجہ عزیز، "اسلام فوبیا کی اساسی اور تاریخی تشکیل: نائن الیون کے تناظر میں تجزیاتی مطالعہ۔" (مقالہ پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف پشاور، 2003ء)، 1-200۔

[5] محبوب الرحمٰن، "توہین آمیز خاکوں کا مسئلہ۔" ماہنامہ ضیائے حرم، 8، 12 (ستمبر 2017ء)۔

منفی پہلوؤں، اسلاموفوبیا اور محترم ہستیوں کے توہین آمیز خاکوں کے بارے میں سیرت نگاران کوئی سنجیدہ اور قابلِ عمل حل پیش نہیں کرسکے۔ ذاتِ رسول ﷺ کے خلاف اس مسلسل کارروائی کا سدِ باب ہونا چاہئے۔ نفرت کا بازار گرم کرنے والوں کے اقدامات اسلاموفوبیا کی روش کو تیز تر کر رہے ہیں جبکہ عصری سیرت نگاری کے موضوعات ہیں کہ گزشتہ دو صدیوں کے مناظرانہ ماحول کی عکاسی کررہے ہیں۔ مفید و مؤثر سیرت نگاری اور اس ضمن میں تحقیق و تدریس کو آگے بڑھانے کے لئے بہت ضروری ہے کہ جدید مغربی فکر کے مختلف پہلوؤں کو پہلے اچھی طرح سمجھا جائے پھر اس ضمن میں مناسب ردِّ عمل کا اظہار کیا جائے۔

قانونِ توہینِ رسالت پر اقلیتوں کے تحفظات

پاکستان ایسے کثیر المذاہب ملک میں امن واستحکام کے قیام کے لیے قانون توہین رسالت بڑی افادیّت کا حامل ہے۔ مذہبی رہنماؤں کے احترام کو یقینی بنانا بہت ضروری ہے، بعض حلقے اس قانون سے متعلق تحفظات کا شکار ہیں، بعض طبقات توہینِ رسالت کے مقدمات میں توبہ اور اصلاح احوال کے پہلوؤں پر توجہ دینے کی ترغیب بھی دیتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اس ضمن میں سزا کی نسبت تعلیم وتربیت، دعوت وارشاد اور اصلاح وتوبہ کو اہمیت دی جائے۔ مسلم فقہاء بھی اس ضمن میں مختلف اقسام کی آراء کا اظہار کرتے ہیں۔ موت کی سزا کے علاوہ بعض فقہاء نے عمر قید اور توبہ کی مہلت دینے کی بات بھی کی ہے۔ یہ تمام فقہی اختلافات اپنی جگہ پر اپنی افادیّت کے اعتبار سے قابلِ ذکر ہیں مگر مذہبی اقلیتوں کی طرف سے اس قانون کے نامناسب استعمال کی شکایات سامنے آئی ہیں۔ اس سے مذہبی آزادیوں اور عدم برداشت کے فروغ کے اقدامات پر سوالیہ نشانات سامنے آئے ہیں۔ ایسی شکایات سامنے آئی ہیں کہ اس قانون کا استعمال ذاتی رنجش، خاندانی دشمنیوں اور جائیداد ہتھیانے کے معاملات میں بھی ہوتا ہے۔ پاکستان کو اس ضمن میں بہت سی خارجی اور داخلی تنقید برداشت کرنا پڑتی ہے۔[6] خالصتاً مذہبی مقاصد کے لئے بنائے گئے اس قانون کا ذاتی اغراض کے لئے استعمال ایک خوف کی فضا کو جنم دیتا ہے۔ غیر مسلموں میں اس صورتِ حال سے احساسِ محرومی اور احساسِ عدم تحفظ پیدا ہوتے ہیں۔[7] سیرت طیبہ ﷺ سے متعلق تحقیقات کرنے والے احباب کو چاہیے کہ قانون توہین رسالت کے ناجائز استعمال کو روکنے کے لئے اخلاقی و علمی بنیادوں پر ڈھانچہ متعارف کرائیں۔ اس سے بین المذاہب ہم آہنگی کی صورت حال بہتر ہوگی اور امن وانصاف کے حصول میں تمام طبقات یکساں طور پر ریاست کے دست و بازو ہوں گے۔

مذہبی تکثیریّت کی عالمی سطح پر اہمیت

پاکستان ایسے ترقی پذیر ملک میں رنگ و نسل، مذہب و عقیدہ اور علاقہ و زبان کا یہ اختلاف بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ یہاں ترقی کی منازل سے ہم کنار ہونے کے لئے زبردست قسم کی مذہبی و سماجی ہم آہنگی درکار ہے۔ بہت ضروری تھا کہ مذہبی

---

[6] جنید قیصر، پاکستانی اقلیتوں کا نوحہ (لاہور: فکشن ہاؤس، 2007ء)، 30۔

[7] ریاض انجم، پاکستانی مسیحی اور قیادت کا بحران (لاہور: فکشن ہاؤس، 2013ء)، 99۔

تکثیریّت کی اہمیت سے تمام طبقات کو آگاہ کیا جاتا، تصادم اور تشدد کے بجائے اشتراک اور تعاون کی اہمیت پر زور دیا جاتا، لیکن مذہب کی تعلیمات سے وابستہ اربابِ دانش کچھ زیادہ توجہ اس جانب مبذول نہیں کر پائے۔اس عالمگیر حقیقت کو اب ہر حال میں تسلیم کر لینا چاہیے کہ کسی بھی ملک کی ترقی و خوش حالی کا اندازہ لگانے کے لئے ضروری ہے کہ اس میں بسنے والی مذہبی اقلیتوں کی صورتِ حال کا جائزہ لیا جائے۔اقلیتوں کو قومی دھارے میں شامل کرکے ہی اقوام عالم میں محترم مقام حاصل کیا جاسکتا ہے۔ تحقیق و تدریسِ سیرت کے مختلف مراحل میں اس پہلو کو نظر انداز کیا گیا ہے۔بہت ضروری تھا کہ سیرت طیبہ ﷺ کے حوالے سے نوجوان نسل کو بتایا جاتا کہ اقلیتوں سے متعلق غیر ذمہ دارانہ اور غیر تحقیقی رویے رکھنا نامناسب ہے،اختلافِ رائے کے اظہار کے لئے مناسب تربیت کی جانی چاہیے تھی۔مذہبی تعصّبات کو ختم کرنے کے لئے روایاتِ سیرت سے استفادہ ضروری تھا۔تنگ نظری اور عصبیت کا خاتمہ مطالعاتِ سیرت کا اہم ہدف ہونا چاہیے تھا، اس کے برعکس مذہبی مطالعات خصوصاً سیرت کی تحقیقات کی مدد سے سختی کے پہلو تلاش کرنے کی کوشش ہوتی رہی۔

بین المذاہب ہم آہنگی کے تناظر میں مطالعۂ سیرت پر عدمِ توجہ

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد تمام طبقاتِ انسانی کو رُشد و ہدایت کا خدائی پیغام پہنچانا تھا۔اس فرض کی بجاآوری کے لازمی تقاضے کے طور پر آپ ﷺ کی شخصیت انسان دوستی، کمزوروں کی دست گیری، خیر خواہی اور نفع رسانی کے حوالے سے بے مثال حیثیت رکھتی ہے۔اس غیر معمولی فرض کی تکمیل کے لئے آپ کو پیکرِ رحمت ﷺ بنا کر بھیجا گیا۔[8] آپ ﷺ نے مختلف مذاہب کے درمیان سیاسی وسماجی تعاون کو رواج دینے کی بھرپور کوششیں فرمائیں۔ آپ ﷺ نے مختلف مذاہب کے حاملین سے معاہدات فرمائے ،اُن کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی۔میثاقِ مدینہ، صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے موقع پر کفار کی عام معافی کا اعلان رسول اللہ ﷺ کے اس عزم کی واضح مثالیں ہیں۔ان تاریخی حقائق کی وضاحت کے بجائے عصرِ جدید کے سیرت نگاران کی توجہ دیگر موضوعات کی جانب نسبتاً زیادہ رہتی ہے۔آپ ﷺ نے ہجرتِ مدینہ سے قبل ترپن سال مکہ میں کثیر المذہبی معاشرت میں گزارے، مدینہ منورہ کی دس سالہ حیات طیبہ ﷺ میں بھی مختلف مذاہب کے لوگوں کی حیثیت کو تسلیم کیا اور ان کے کردار کی زبانی اور تحریری طور پر توثیق فرمائی۔ضرورت اس امر کی ہے کہ سیرت سے متعلق تحقیقات میں بین المذاہب ہم آہنگی کے مختلف تصورات کو بھی مد نظر رکھا جائے۔عالمی سطح پر اقوام کے لئے ضروری ہو چکا ہے کہ وہ " جیو اور جینے دو"کے اُصول پر وسیع تر سماج کی تشکیل کو یقینی بنائیں، سیرتِ طیبہ ﷺ کی تحقیق وتدریس کے ضمن میں ان مباحث پر توجہ دینے کی ضرورت ہے، غیر مسلموں کے ساتھ حُسنِ سلوک کی نبوی حکمتِ عملی کو مطالعات و تجزیات میں لازمی طور پر شامل کرنے کی ضرورت ہے۔انسان دوستی اور غیر مسلموں سے عدل واحسان کی نبوی روایت سے عدمِ واقفیت کا اثر ہے کہ آج مسلمانوں پر دہشت گردی کا الزام لگایا جارہا ہے۔ مسلمانوں کے ماضی کو نظر انداز کرنا اور واقعاتِ سیرت سے عدمِ واقفیت

---

[8] الانبیاء 21: 107۔

کا ماحول تشکیل دینا ایک ایسا علمی چیلنج ہے جس کا مقابلہ کرنے کے لئے دینی درس گاہوں اور عصری علوم سے وابستہ جدید جامعات کو فعال کردار ادا کرنا ہے اور مطالعۂ سیرت کو اس نہج پر مرتب کرنا ہے کہ مسلمان قوم امن، برداشت اور رواداری کی پیامبر کے طور پر پہچانی جائے۔

سیرت اور جدید بین الاقوامی مسلمات کی تطبیق پر عدم توجہ

حضور ﷺ نے غور و فکر کی خود ہدایت فرمائی ہے اور اجتہاد کے ذریعے اپنی تعلیمات کو تر و تازہ رکھنے کا پورا انتظام کیا ہے۔آپ ﷺ کے احکام و فرامین کبھی قدیم اور پرانے نہیں ہو سکتے، وہ اس لیے کہ ان میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ زمانے کے ساتھ چل سکتے ہیں۔آپ ﷺ کی سماجیات واخلاقیات میں تحرُّک و فعالیّت کے وہ تمام اجزاء موجود ہیں جو نئی صورتِ حال کو جذب کرنے، نئی اصطلاحات کو قبول کرنے اور نئے رجحانات کو مثبت طور پر متاثر کرنے کی پوری اہلیت رکھتے ہیں۔ مختلف مذاہب کے حاملین کے باہمی تعلقات کو آج دورِ جدید کے بین الاقوامی اصول و مسلمات کی روشنی میں سمجھنے کی ضرورت ہے۔[9] عصری حقائق کو نظر انداز کرکے اور محض نفسیاتی وجذباتی اُلجھنوں کے پیشِ نظر مختلف اقوام سے تعلقات کو خراب کرنا کسی صورت بھی دانش مندی نہیں۔ مختلف اقوام کے بارے میں قدامت پسندانہ آراء کی روشنی میں خوش گوار تعلقات کو خراب نہیں کرنا چاہیے۔ تغیراتِ زمانہ نے اقوام وملل کے مزاج اور بہت سے اُصول و مسلمات کو تبدیل کرکے رکھ دیا ہے۔اگر آج کا مسلمان کسی غیر مسلم کے ساتھ تعلقات کو استوار کرنے میں ذمی، اہلِ صلح ، معاہد، مفتوح اور محارب ایسی خاص پس منظر کی حامل اصطلاحاتِ فقہ میں اُلجھنے کا تکلُّف کرے گا تو دیگر اقوام بھی قدامت پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ضد، انا اور خود ساختہ سخت اُصول واسالیب پر غور کرنے کی طرف راغب ہوں گی۔ بہت ضروری ہے کہ اجتہاد وتدبُّر کا مظاہرہ کرتے ہوئے باہمی معاملات کو بین الاقوامی معاہدات اور عالمی ماحول کے تناظر میں طے کیا جائے۔[10] اقوام کے درمیان بہت سے معاملات اقوامِ متحدہ اور دیگر عالمی تنظیموں کی سطح پر توثیق پا چکے ہیں۔اس صورتِ حال میں سیرتِ طیبہ ﷺ سے ماخوذ اُس فکر وفلسفہ کو ملحوظِ خاطر رکھنے کی ضرورت ہے جو حالات وزمانہ کی تبدیلی کے نتیجے میں تشکیل پانے والے احکام کی نوعیت وافادیت سے بحث کرتا ہے۔ خزائنِ سیرت کا ایک اہم درس یہ ہے کہ دُنیا کے تغیر پذیر احوال کی رعایت کی جائے اور فیصلہ سازی میں عُرف و واقعہ کو اہمیت دی جائے۔[11] اس پسِ منظر میں عالمی اداروں کی کارکردگی کو سنجیدگی سے سمجھا جائے۔ پاکستان میں بین المذاہب ہم آہنگی کی صورتِ حال کا براہ

[9] محمد انس گورایہ، "اسلامی ریاست کے بین الاقوامی تعلقات: قرآن وسنت کی روشنی میں۔" (مقالہ پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد، 2012ء) 1-200۔

[10] سردار اللہ خان، "انسانی حقوق معاصر افکار اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں: ایک تحقیقی وتقابلی جائزہ۔" (مقالہ پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ، وفاقی اردو یونیورسٹی برائے فنون، سائنس وٹیکنالوجی، کراچی کیمپس، 2019ء)، 51-150۔

[11] تقی امینی، فقہ اسلامی کی تاریخ اور اصولِ فقہ، (کراچی: قدیمی کتب خانہ آرام باغ، 1991ء)، 1-30۔

راست تعلق سیرت کی تدریس و تحقیق سے ہے۔اس لیے بہت ضروری ہے کہ مطالعاتِ سیرت کا شغف رکھنے والے احباب مذہبی تکثیریت کی نوعیّت وحساسیّت کو سمجھتے ہوئے سیرت کے دروس اور جدید اُصول و مسلمات کے درمیان تطبیق کے امکانات و مواقع تلاش کریں۔ مطالعۂ سیرت کو اجتہاد، فکری ارتقاء اور تازہ کاری کے اوصاف سے متصف کرنا بہت ضروری ہے۔ بین الاقوامی صورتِ حال اور جدید عالمی اُصول و مسلمات سے ناآشنائی ایک ایسا علمی، سیاسی اور قانونی چیلنج ہے جس کی تفہیم سیرت کی تدریس، تحقیق، تعبیر اور اشاعت سے وابستہ احباب کے لئے بہت ضروری ہے۔

عصری تعلیمی اداروں میں لازمی تدریسی مضمون کی حیثیّت سے اسلامیات پر عدمِ توجہ

پاکستان کے سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اسلامیات کا مضمون لازمی، آپشنل اور اختیاری حیثیتوں میں پڑھایا جارہا ہے۔لازمی حیثیت سے متعارف کرائے گئے مضمون کا نصاب علومِ اسلامیہ کے اعتبار سے عمومی طور پر جبکہ سیرتِ طیبہ ﷺ کے پسِ منظر میں خصوصی طور پر غیر تسلی بخش ہے۔ میٹرک اور ایف اے کی سطح پر اس کے پچاس نمبر ہوتے ہیں جبکہ بی اے کی سطح پر اس کے ساٹھ نمبر ہوتے ہیں۔ محدود نصاب اور نمبروں کی قلّت کی وجہ سے طلبا اس مضمون پر کما حقۂ توجہ دینے سے گریز کرتے ہیں۔زیادہ مناسب ہے کہ لازمی سطح پر بھی اس مضمون کو پچاس یا ساٹھ کے بجائے دو سو نمبرز پر مشتمل بنادیا جائے جس میں سو نمبرز سیرتِ طیبہ ﷺ سے متعلق ہوں۔ سیرتِ طیبہ ﷺ کا مطالعہ سوانح عمری کے اُسلوب پر پیش کیا جائے۔ اس سے قرآن وحدیث اور اسلامی تہذیب وتمدن کی تفہیم کی راہ زیادہ مناسب انداز میں ہموار ہو گی۔ سیرتِ طیبہ ﷺ پر نصابی مواد کے اضافے سے ایک طرف جذبۂ عشقِ رسول ﷺ پروان چڑھے گا تو دوسری طرف اخلاص و تقویٰ پر مشتمل اعمال کی تشکیل ہو گی۔ جو طلبا مستقبل میں سیرت سے متعلق تحقیقات کا شغف رکھنے والے ہوں اُن کو بھی خاطر خواہ مواد تک رسائی میں آسانی ہو گی۔

دینی مدارس میں سیرت کے تدریسی مضمون پر عدمِ توجہ

پاکستان میں دینی مدارس کا نصاب "درسِ نظامی" میں جُزوی تبدیلیاں کرکے تشکیل دیا گیا ہے۔اس نصاب کا زیادہ تر حصہ تفسیر، حدیث، اسماء الرجال، گرامر، فقہ، عربی وفارسی ادب، منطق اور فلسفہ پر مشتمل ہے۔ یہاں سیرت کے مضمون کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ دینی درس گاہوں سے فارغ ہونے والے طلباء سیرت سے متعلق خاطر خواہ معلومات سے ناواقف ہوتے ہیں۔ مناسب ہے کہ اس سطح پر قدیم وجدید کُتبِ سیرت کے متون، شروح اور فقہ السیرۃ پر توجہ کی جائے اور اس ضمن میں ایک خصوصی تدریسی مضمون متعارف کرایا جائے۔اس سے نہ صرف یہ کہ مطالعاتِ سیرت کو استحکام حاصل ہو گا بلکہ مذہبی برداشت اور فقہی وُسعت کی راہ بھی ہموار ہو گی۔

مختلف مذاہب کی ثقافت سے اخذ واستفادہ اور اس کے تحفظ کے بارے میں نبوی تعلیمات کو نظر انداز کرنا

انسانی تہذیب وثقافت کی تطہیر اور اس کے ارتقاء سے متعلق رسول اللہ ﷺ کا اُسلوب یہ تھا کہ مختلف مذاہب کے حاملین کے رسم ورواج اور اور ان کی ثقافتی اقدار کے صالح اجزاء کو خوش دلی اور پوری حکمت ودانش کے ساتھ قبول

فرمالیا کرتے تھے۔ ثقافت کے ان عناصر کو قبولیت عطا کی جاتی جو اسلام کی بنیادی تعلیمات سے متصادم نہ ہوتے۔[12] آپ ﷺ نے انبیائے سابقہ کی تعلیمات کو بحیثیتِ مجموعی منسوخ کر دینے کی حکمتِ عملی اختیار کرنے کے بجائے ان کو اپنے اُصول ومعیارات پر جانچ کر قائم رکھنے کی کوشش کی۔ زنا، قتل اور چوری کے سدّباب کے لئے اقدامات کو جاری رکھا۔ باوجود اس امر کے کہ یہ تمام امور ادیانِ سابقہ میں بھی ممنوع تھے۔ اس کے برعکس سود سے منع فرمایا۔ اس حقیقت کے بارے میں تاریخی روایات پر نظر رکھنے والا ہر شخص واقف ہے کہ سود عہدِ جاہلیت کی کاروباری سرگرمیوں میں پوری طرح موجود تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے دادا محترم جناب عبدالمطلب نے خون بہا کی مقدار دس اونٹ مقرر کر رکھی تھی۔ حضور ﷺ نے پہلے پہل اس شرح کو قائم رکھا مگر بعدازاں آپ ﷺ کو احساس ہوا کہ لوگ قتل وغارت گری کو چھوڑنے پر آمادہ دکھائی نہیں دیتے تو آپ نے خون بہا کی مقدار ایک سو اونٹ مقرر فرمادی۔[13] عہدِ جاہلیت میں عربوں کا ایک دستور یہ تھا کہ قوم کا سردار قوم کی آمدن میں سے 1/4 حصہ وصول کیا کرتا تھا۔ حضور ﷺ نے اس شرح میں کمی کر دی اور اُصول مقرر فرمایا کہ مالِ غنیمت میں سے 1/5 حصہ حکومت وصول کرے گی۔ اسلام کا نظامِ عشر وخراج عہدِ جاہلیت کے اہم حکمرانوں کیقباد اور اس کے بیٹے نوشیرواں کے ٹیکس سسٹم سے بڑی حد تک مماثلت رکھتا ہے۔ اسی طرح بنی اسرائیل کے لوگ زانی کو رجم کیا کرتے تھے، چور کے ہاتھ کاٹا کرتے تھے، جان کے بدلے جان لیا کرتے تھے اور آنکھ کے بدلے آنکھ نکالا کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے دستور وثقافت سے جڑی اُن روایات کو شریعتِ اسلامیہ کا اُسی طرح حصہ بنادیا۔[14] آپ ﷺ نے عربوں کے سیاسی نظام سے بھی اخذ واستفادہ میں کوئی عار محسوس نہ کی۔ عربوں کے سیاسی وسماجی نظام میں نقیب کی ایک اہم حیثیّت ہُوا کرتی تھی۔ آپ ﷺ نے اس عہدے کی اہمیت کو قائم رکھا۔ آپ ﷺ نے بیعتِ عقبہ ثانیہ کے موقع پر سیاسی تدبّر کا مظاہرہ کرتے ہوئے بارہ نقیب مقرر فرمائے۔ نو نقیب خزرج کے قبیلہ سے تھے جبکہ تین کا تعلق اوس کے قبیلہ سے تھا۔[15] رسول اللہ ﷺ کی دیگر مذاہب سے ثقافتی اخذ واستفادہ کی حکمتِ عملی کا اثر بعد کے مختلف ادوار میں واضح طور پر نظر آتا ہے۔ اسلامی تہذیب کے اس تاریخی پسِ منظر کا ہی اثر ہے کہ ترقی ومقبولیت اور وُسعت ولچک پذیری کے حوالوں سے اس تہذیب نے غیر معمولی طور پر استحکام پایا۔ تہذیبی ارتقاء سے متعلق رسول اللہ ﷺ کی حکمتِ عملی کا حاصل یہ ہے کہ کسی بھی مذہب کا ثقافتی ورثہ انسانی خدمت کو انجام دے سکتا

[12] Dr.Muhammad Zia ul Haq, "Integration and Diversity in Islamic Civilization." *Journal of The Research Society of 43*, no.1 (2006):98.

[13] صاحبزادہ ساجد الرحمٰن، اسلامی معاشرہ کی تاسیس وتشکیل، (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، 1997ء)، 113۔

[14] شاہ ولی اللہ (م 1762ء)، حجۃ اللہ البالغۃ، باب اقامۃ الارتفاقات واصلاح الرسوم المبحث السادس السیاسات الملیۃ، (لاہور: المکتبۃ السلفیۃ، س۔ن)، 105۔؛ صاحبزادہ ساجد الرحمٰن، اسلامی معاشرہ کی تاسیس وتشکیل، 113۔

[15] ابنِ ہشام (م 218ھ)، السیرۃ النبویۃ، (بیروت: داراحیاء التراث العربی، 1995ء)، 2: 52۔

ہے۔اُصول صرف یہ کار فرما ہے کہ وہ ورثہ مبنی بر خیر ہو۔ ثقافت میں چونکہ مقدس مقامات، عبادت گاہوں، کُتب خانوں، درسگاہوں، زبانوں اور تہواروں سمیت بہت سی اشیاء شامل ہیں اس لیے حضور ﷺ کے ہاں ان تمام ثقافتی عناصر کے تحفظ اور ان سے باوقار اخذ واستفادہ کا رُجحان غالب نظر آتا ہے۔ پاکستان مختلف مذاہب کے حاملین کے سیاسی وسماجی حقوق کا محافظ اور ان سے وابستہ قدیم تہذیبوں کا گہوارہ ہے۔ بدھوں کے اسٹوپے، ہندوؤں کے مندر، سکھوں کے گردوارے، مسیحیوں کے گرجے اور پارسیوں کے آتش کدے اس کی تہذیبی شان وشوکت کو بلند سے بلند تر کر رہے ہیں۔مایوس کن امر یہ ہے کہ مذہب، تاریخ، تہذیب اور تمدن کے یہ بہت سے حوالے سیرت نگاران کی توجہ حاصل کرنے میں بہت زیادہ کامیاب نہیں ہوسکے۔ مختلف مذاہب کے ثقافتی اثاثے سیرت کی تدریس کرنے والے احباب نے بڑی حد تک نظر انداز کر دیئے۔ متانت وسنجیدگی کے فقدان نے پاکستان کو وہ دن بھی دکھائے کہ عبادت گاہوں پر حملے ہوئے، مقدس مقامات کی توہین کی گئی، بعض مذاہب سے وابستہ درس گاہوں کو نقصان پہنچایا گیااور مذہبی تہوار قتل وغارت کا حوالہ بن کررہ گئے۔ جن شہروں، سڑکوں اور محلوں کے نام اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب سے وابستگی کے پس منظر میں رکھے گئے تھے ان کو تبدیل کر دیا گیا۔ "عشق رسول ﷺ" اور "ثواب کمانے" کے نام پر "منٹگمری" کو "ساہیوال"، "لائل پور کو "فیصل آباد"، "چوڑ کانہ" کو "فاروق آباد"، "خالصہ کالج" کو "اسلامیہ کالج" اور "ہندو چک" کو "مسلم چک" بنا دیا گیا۔اصلاح احوال اور قوموں کی صف میں جرأت مندی کے ساتھ کھڑے ہونے کا تقاضا ہے کہ سیرت کی تدریس اور تحقیق سے وابستہ سرگرمیوں کو اس طرح منظّم ومربوط کیا جائے کہ مختلف مذاہب کے حاملین کی خدمات، روایات اور عمارات کو تحسین وتحفظ فراہم کیا جاسکے۔

نتیجہ بحث

پاکستان میں سیرت سے متعلق مطالعات وتجزیات کو بہت سے چیلنجز درپیش ہیں۔ لوگوں میں دیگر مذاہب کے ماننے والوں اور اقلیتوں سے متعلق اسلامی رویے کے بارے میں ناواقفیت پائی جاتی ہے۔ اقلیتوں کی عبادت گاہوں وغیرہ کی حفاظت سے متعلق اسلامی تعلیمات کو عموماً نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ یہ اُمور پاکستانی قوم خصوصاً سیرتِ ﷺ طیبہ کی تدریس وتحقیق سے منسلک خواتین وحضرات کے لیے بڑے چیلنجز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ان لوگوں کو چاہیے کہ ان چیلنجز کو اچھے طریقے سے سمجھیں اور پھر سیرتِ نبوی کے اسباق کی روشنی میں ان سے نمٹنے میں اپنا بھرپور کرادر ادا کریں۔اس حوالے سے تجویز ہے کہ مختلف تعلیمی درجوں کے لئے مطالعہ سیرت کا ایسامثالی نصاب متعارف کرایا جائے جو بین المذاہب ہم آہنگی کے قومی تقاضوں سے مطابقت رکھتا ہو۔انسان دوستی کے پنپنے کے مواقع تلاش کیے جائیں، دیگر مذاہب کے لوگوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کی ترغیب دی جائے اور باہمی برداشت اور تعاون وہمدردی کا ماحول پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔